اسلامی شان

(از مولوی حافظ عبدالخالق صاحب جیپوری متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

آج جبکہ ہم سطح ارضی پر نظر ڈالتے ہیں تو مسلمان کو ذلیل وخوار پاتے ہیں ان کی اقتصادی ومعاشرتی حالت ان کی صنعتی وحرفتی حالت ہر اعتبار سے پست ہے۔ غلامی اور محکومی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں بہت کم ایسے ممالک ہیں جہاں پوری طرح مسلمان آزادانہ طور پر زندگی بسر کر رہے ہوں حالانکہ ان کو خَلِیْفَۃُ اللہِ فِی الْاَرْضِ (زمین میں اللہ کے نائب) کہا گیا۔ ابھی ان کا وجود بھی نہ تھا کہ باری تعالیٰ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانی زبور میں یہ فیصلہ فرما چکا تھا کہ پرستاران توحید ہی ہیں جو دنیا کی سطوت وحکومت کے مالک ہوں گے۔ وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ (پ۱۷ س ج ۷) یعنی ہم نے زبور میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ بتا دیا تھا کہ مسلمان ہی ہوں گے جن کی وراثت میں زمین کی حکومت ہوگی دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (آل عمران) یعنی اگر ایمان پر مضبوط رہے تو تم ہی سربلند ہوگے" پس ذلت کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں وہ ایمانی شان نہیں جو ایک مومن اور مسلمان میں ہونی چاہئے ورنہ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں میں جھوٹا نہیں۔ اِنَّ اللہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝ (سورۂ رعد) الایۃ ترجمہ اللہ رب العزۃ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

مجھے اپنی تحریر میں یہ بتانا ہے کہ وہ کونسی ایسی ایمانی شان ہے جسکو ہر مسلمان اپنے میں پیدا کر کے دنیا اور آخرت کی تمام ترقیوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ سنئے! انسان کو اپنی پوری دنیاوی زندگی میں دو تعلق پیدا کرنے پڑتے ہیں اور یہی دو تعلق اس کی زندگی کے لب لباب ہیں یعنی پہلا تعلق اپنے مولیٰ خلاق عالم سے دوسرا تعلق اس کے بندوں سے زیادہ تفصیل کی طرف نہ جائیے صرف قرآن پاک پر نظر ڈالئے اس نے نہایت جامع الفاظ میں ہماری پوری طرح رہنمائی کی ہے اور بتلایا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے خالق اور اس کے بندوں سے کیسا برتاؤ رکھنا چاہیئے فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ | ایمان والے خدا تعالیٰ سے اشد ترین محبت رکھتے ہیں ان کے دل خدا کی محبت سے معمور ہوتے ہیں اس آیت میں رب العزۃ نے اس حقیقت سے آگاہ کیا ہے کہ مومنوں کو اپنے دلوں میں خدا کی محبت تمام محبوب اشیا سے زیادہ رکھنی چاہیئے۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے۔ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ وَالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ

الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ الآیہ (آل عمران) ترجمہ ہم نے لوگوں کے دلوں میں مرغوب چیزوں کی محبت مثلاً عورتوں بچوں سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان دار گھوڑے اور چوپائے مویشی اور کھیتیوں کی محبت کو مزین کردیا ہے۔

ان دونوں آیتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے کیونکہ آیت اولیٰ میں ارشاد ہے کہ مومنین خدا کی محبت اپنے دلوں میں رکھیں۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ ہم نے سونے چاندی گھوڑے وغیرہ اشیاء کی محبت کو لوگوں کے لئے مزین کردیا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دل ایک ہو اور اس میں خدا کی محبت بھی ہو اور دوسری اشیاء کی بھی۔ لیکن یہ یاد رکھئے خدا کے کلام میں تعارض نہیں یہ ہمارے افہام کا قصور ہے کہ ہم تعارض سمجھ لیتے ہیں پس ان دونوں آیتوں میں بھی مطلقاً تعارض و تباین نہیں ان دونوں آیات کے ملانے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رب العزۃ اس سے منع نہیں کرتا کہ انسان کے دل میں اس کی بیوی کی محبت یا اس کی اولاد کی محبت یا اس کے مال کی محبت ہو بلکہ یہ اس کا عین حکم ہے کہ ان اشیاء کی محبت بھی ضروری ہے لیکن مقصود بالذات خدا کی محبت ہو اور اس کے علاوہ اگر کسی کی محبت اس کے دل میں ہو تو وہ خدا کی محبت کے تابع ہو کر ہو مزید وضاحت کے لئے حضرت بلقیس کے واقعہ پر جسکو قرآن پاک نے ذکر کیا ہے نظر ڈالئے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہدہد پرندہ کو اپنا پیغام دیکر ملکہ بلقیس جو کہ ایک زبردست ملک کی مالک تھی روانہ کرتے ہیں اس میں یہ تحریر تھا کہ إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ۝ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ۝ الآیہ (سورہ نمل) ترجمہ یہ خط سلیمان کی طرف سے لکھا جارہا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم اے ملکہ بلقیس تو مسلمان ہوکر میرے پاس آجا ورنہ تیری خیر نہیں ہے۔ جنابہ بلقیس اپنے ارکان سلطنت کو جمع کرتی ہیں اور ان سے مشورہ لیتی ہیں یہ لوگ سب بول اٹھتے ہیں کہ آپ کو کس بات کا خوف ہے ہمارے پاس ہر قسم کی قوت و طاقت موجود ہے آپ کے حکم کی دیر ہے جو فرمان ہوگا ہم بجالانے کیلئے تیار ہیں اس موقع پر حضرت بلقیس نے ایک پُر از حقائق اصول ان کے سامنے بیان کیا تھا جسکو قرآن پاک اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے۔

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۖ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ

الآیہ (پ ۱۹ سورہ نمل) ترجمہ بلقیس نے کہا شاہان بلد جب فاتحانہ کسی مقام پر قبضہ کرتے ہیں تو اسکو تباہ کرڈالتے ہیں نیز وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کردیتے ہیں اور ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ تازہ واقعات پر نظر ڈال جائیے، آپ ضرور واقف ہوں گے کہ جب برٹش امپیریلزم ہندوستان میں آیا تو اس نے کیا کیا۔ اٹلی نے اہل حبش کے ساتھ کیا سلوک کیا، جاپانیوں نے چینیوں پر کیا کیا مظالم کئے یہ تمام امور تفصیل طلب ہیں بہرحال ان تمام تمثیلات سے حضرت بلقیس کے مقولہ کی پوری طرح پر وضاحت ہوجاتی ہے پس جب دنیا کے ادنیٰ بادشاہوں کا یہ حال ہے جنکی

حقیقت خلاق عالم کے سامنے کچھ بھی نہیں تو شہنشاہ عالم جو تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے اسکو یہ کب گوارا ہوگا جب کہ اس کا قبضہ شہر دل پر ہو کہ ایک قلعہ جو اولاد کی محبت کا انسان کے دل میں ہے وہ باقی رہے۔ دوسرا محل جو ماں باپ اور بیوی کی محبت کا تعمیر ہے اسکو چھوڑ دیا جائے تیسرا قلعہ جو مال کی محبت کا موجود ہے اس سے تعرض نہ کیا جائے بلکہ اس کی خواہش یہ ہوگی کہ سوائے اس قلعہ کے جو انسان کے دل میں اس کی محبت کا تعمیر ہے اسکے علاوہ تمام محبت کے قلعوں کو مسمار کر دیا جائے اور سب کا قلع وقمع کر دیا جائے اور مومن کے دل پر صرف اس وحدہ لاشریک کا قبضہ ہو اور کسی کی رسائی وہاں تک نہ ہو اگر کسی کی محبت دل تک پہنچے بھی تو رب العالمین کی محبت کے تابع ہو کر جناب سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی جان سے بھی محبت تھی اپنے بچے چہیتے ولاڈے دولارے حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی انتہائی محبت تھی لیکن جب باری تعالیٰ کی محبت کا مقام آتا ہے تو اپنی جان کو بھی دھکتی ہوئی آگ میں جھونکدیتے ہیں اور اپنے اکلوتے بچے حضرت اسمٰعیل کے گلے پر چھری پھیر دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ یہ معنی ہیں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ کے۔ یہی محبت صحابہ کرام کے دلوں میں تھی اور اسی محبت کا سودا اپنے سروں میں لئے ہوئے آگ کے انگاروں پر اپنے آپ کو پیش کر دیتے تھے اس کے مقابلے میں اپنے کو سولی پر چڑھا دینا اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرا دینا محبوب و پسند تھا۔

کفار قریش پرستاران توحید رضی اللہ عنہم کو آگ کے انگارے بچھا کر اس پر لٹا دیتے تھے ریگستان عرب کی تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر اوپر سے گرم پتھر رکھ دیتے تھے متواتر تعذیب سے ان کی پشت پر چربی نظر آتی تھی اور اس کے علاوہ بھی کوئی ایسا عذاب نہ تھا جو کفار کے ہاتھوں ان کو نہ پہنچا ہو مگر آہ محبت خدا کی سرشاریاں عین ایسے موقع پر جب کہ ان مختلف تکالیف میں مبتلا ہوتے تھے زبان پر احد احد ہوتا تھا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کفار نے سولی پر چڑھا کر ان کے سینے کو نیزہ سے چھیدا اور کافروں کی یہ خواہش ہوئی کہ اب بھی اپنے حقیقی معبود کی محبت اپنے دل سے نکالدے تو اس کی جان بخشدیں لیکن یہ محبت خدا کا متوالا ان مندرجہ ذیل رجزیہ اشعار کو پڑھکر اپنے ٹکڑے ٹکڑے کرا کر اپنے محب صادق خلاق عالم سے جا ملاقات کرتے ہیں ؎

وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ

ترجمہ۔ جبکہ میں اپنے مولیٰ کی محبت دل میں لئے ہوئے حالت اسلام میں قربان ہو رہا ہوں تو مجھے پرواہ نہیں کہ جس پہلو پر بھی گر کر مارا جاؤں۔" ابو براء عامر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ ہمارے ملک نجد میں مبلغین کی ضرورت ہے میں توقع کرتا ہوں کہ اگر آپ نے اس طرف توجہ کی تو اسلام کی اشاعت بہت کافی طور پر ہوگی۔ حضورؐ اس لالچ میں آکر منذر بن عمرو انصاری کو مع ستر صحابہ تبلیغ اسلام کے لئے روانہ کر دیتے ہیں ان میں اکثر قاری قرآن اور فضلاء و علماء تھے جب یہ لوگ بیر معونہ میں پہنچتے ہیں تو حرام بن ملحان کو

نامۂ نبوی لیکر طفیل حاکم کے پاس بھیجتے ہیں یہ بدنصیب اس سفیر کو قتل کرا دیتا ہے۔ جبار بن سلمیٰ ان کے جگر میں نیزہ مارتا ہے جو چھاتی سے پار ہوتا ہوا پشت کی جانب نکلگیا اسوقت ان کی زبان سے بے ساختہ یہ نکلا فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ قسم خدا کی میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا یہ چند مثالیں بطور نمونہ آپ کے سامنے پیش ہیں تاریخ اسلام کے مطالعہ سے آپ کو اس قسم کی سینکڑوں مثالیں مل سکتی ہیں۔

اللہ اکبر! ان شمع رسالت کے مقدس پروانوں کو کسقدر خدا سے محبت تھی ان کے دل کسقدر اسکی محبت سے پُر تھے کہ اتنی زبردست تکالیف کو بھی نہایت خوشی سے قبول کرتے تھے مگر یہ گوارا نہ تھا کہ اپنے خالق کی محبت کو اپنے دل سے نکالدیں حقیقت میں انھیں کی ہستیاں والذین آمنوا اشد حبا للہ کی مصداق تھیں۔ خدا سے دعا ہے کہ رب العزۃ ہمارے سینوں میں بھی سچی محبت پیدا کرے اور اسوۂ صحابہ پر عمل کرنیکی توفیق عطا فرمائے آمین

شق اول کی حسب ضرورت تشریح ہوچکی اب دوسری شق کی تفصیل ملاحظہ ہو یعنی مومنین کو خدا کے بندوں سے کیسا برتاؤ رکھنا چاہیئے خدا کے بندے دو قسم کے ہیں ایک کفار دوسرے مومنین۔ کلام ربانی نے اس کی بھی نہایت جامع اور مؤثر الفاظ میں مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے اور بتایا ہے کہ مومن آپس میں کیا سلوک رکھیں اور کفار سے کیا برتاؤ کریں چنانچہ فرماتا ہے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (فتح پ ۲۶) ترجمہ مسلمان کفار پر نہایت سخت ہیں اور آپس میں نہایت رحمدل ہیں۔

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ اشداء علی الکفار کا معنیٰ یہ نہیں کہ اسٹیجوں پر کھڑے ہوکر ان کو گالیاں دی جائیں ان کے ساتھ درشتی و سخت کلامی سے پیش آیا جائے بلکہ یہ تو اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے اشداء علی الکفار کے معنیٰ یہ ہیں کہ کفار کی تہذیب ان کا تمدن ان کی معاشرت ان کے کلچر کو قبول نہ کیا جائے ہمارے اندر اتنی اسلامی شدت اور صلابت ہو کہ کفار کی تہذیب ان کا تمدن ہمارے سامنے آئے تو سختی کی وجہ سے ہم سے ٹکرا کر پاش پاش ہوجائے اسلئے کہ اسلام کسی کی تہذیب کا اور ان کے تمدن کا محتاج نہیں بلکہ اسلام کے پاس ایسی نکھری ہوئی تہذیب ہے کہ اس کے بعد اس کو کسی تہذیب کی ضرورت نہیں یاد رکھئے جن قوموں نے اپنے کلچر کی اپنی تہذیب کی حفاظت نہ کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نکبت و افلاس کے عمیق غار میں پڑے ہوئے ہیں — مسلمانوں نے اپنی تہذیب کو بالائے طاق رکھدیا اور مغربی تہذیب کے دلدادہ ہوگئے ہر شخص نکٹائی اور کوٹ پتلون اور انگریزی بال سر پر رکھکر ڈاڑھیوں کو صاف کرکے اپنا کل اسلامی شعار مٹا کر فخر کرتا ہوا نظر آتا ہے اور اسی کو معیار ترقی سمجھنے لگے۔ آہ یہ وہی مسلمان ہیں جنھوں نے دنیا کے تمام ممالک کو اپنی تہذیب کا دلدادہ اور متوالا بنایا تھا آج وہ زمانہ ہے کہ مسلمان اپنی تہذیب کو مٹا کر دوسروں کی تہذیب کو قبول کر رہے ہیں ؎

لِمِثْلِ ھٰذَا یَذُوْبُ الْقَلْبُ مِنْ کَمَدٍ　　اِنْ کَانَ فِی الْقَلْبِ اِیْمَانٌ وَّ اِسْلَامٌ

ترجمہ جس کے دل میں ایمان و اسلام ہو وہ ایسی باتوں کو دیکھکر گھلا جا رہا ہے۔

افسوس صد افسوس۔ ان مغرب زدہ مسلمانوں پر جو اسلامی تہذیب کا مضحکہ اُڑاتے ہیں۔ اسلامی تہذیب کے دلدادوں کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ملانے لمبی ڈاڑھیوں والے، بوریے چٹائی والے اپنی اس ہیئت میں کچھ نہیں کر سکتے کیا ڈاڑھی میں اسلام ہے کیا شروانی اور ٹخنے سے اونچا پاجامہ پہننے میں اسلام پوشیدہ ہے یہ سب کچھ کہا گیا اور کہا جا رہا ہے لیکن اب ان کو معلوم ہو رہا ہے اور آئندہ نہایت وضاحت سے معلوم ہو جائے گا کہ واقعی یہ ڈاڑھی اور ٹخنے سے اونچا پاجامہ بھی اپنے اندر حقائق رکھتے ہیں۔ یہی چٹائی اور بوریے والے تھے جنھوں نے اسی حالت میں رہ کر دنیا کے تختوں کو الٹ دیا قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے قدموں پہ آ کر گرے۔ بڑی بڑی سلطنتوں والے ان کے سامنے کانپتے اور لرزتے تھے، یہی بوریے اور چٹائی والے تھے جنھوں نے افریقہ اور اندلس و قسطنطنیہ کی حکومتوں کو پرزے پرزے کر دیا اور تمام ممالک میں اپنی دھاک بٹھا دی۔ یاد رکھئے! جب تک اسلامی تہذیب اور اسلامی کلچر کی حفاظت نہ کی اور اسلامی تہذیب کا وقار اپنے دلوں میں پیدا نہ کیا کسی صورت سے دنیا میں ترقی نہیں کر سکتے جب تک اس بوریے اور چٹائی پر آ کر سجدہ ریزی نہ کی اور اپنے اندر تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (پ۲۶ س فتح) یہ شان پیدا نہ کی دنیا میں زندہ رہنا مشکل ہے۔ میں پھر درخواست کروں گا کہ مسلمان سب سے پہلے اپنے کلچر کی حفاظت کریں بے شمار مشنیں اور سوسائٹیاں قائم کر لیجئے مگر جب تک اسلامی شان ان میں پیدا نہ ہو تمام سعی و کوشش بیکار ہے۔

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اسلامی صلابت اور دینی سختی کے ساتھ ساتھ ان میں اسلامی ہمدردی و رحمدلی بھی موجود ہے۔ اس پر ہمارا جیسا عمل ہے اظہر من الشمس ہے آج ہماری کوئی متفقہ تنظیم نہیں مختلف پارٹیاں قائم ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے وہ اسے کافر ملعون گردانتا ہے اور وہ اُسے۔ مسلمانو! اسلام کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ آپس میں اتفاق و اتحاد پیدا ہو۔ اسلام سے پیشتر ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے لڑتا تھا ایک خاندان دوسرے خاندان کے خون کا پیاسا تھا لیکن اسلام کے بعد خاندانوں اور قبیلوں کے جھگڑے مٹ گئے۔ سب لڑائیاں ختم ہو گئیں مختلف قبیلوں کے لوگ مختلف خاندانوں کے لوگ مختلف مذہب کے پیرو سب ایک رشتہ میں پروئے گئے یہ وہ اسلامی ہمدردی تھی کہ جب ان کو میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے میں صف بستہ دیکھا تو خلاق عالم نے ان الفاظ میں تعریف کی۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (پ۲۸ سورہ صف) اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب بندوں سے یقیناً محبت رکھتا ہے جو اللہ کی راہ میں جس وقت صف بستہ ہوتے ہیں۔

تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک دیوار سیسہ پگھلائی ہوئی ہے۔ اس سے مقصد اللہ کا یہ تھا کہ ان میں کوئی رخنہ واختلاف وانتشات نہیں بلکہ وہ سب ایک ہیں اور متفق ہوکر دشمن کے سامنے اس طرح کھڑے ہیں جیسے فولادی دیوار ہوتی ہے۔

جب وقت خدا کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوتا ہے تو مہاجرین مکہ اپنے وطن کو چھوڑ کر مدینہ آتے ہیں انصارِ مدینہ ان کو ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں مدینہ میں یہ لوگ سب بیکس وبے سروسامانی کی حالت میں آئے تھے لیکن مدینے والوں نے اپنا کل مال آدھا کرلیا اور نصف اپنے لئے رکھا اور نصف اپنے مہاجر بھائی کے لئے۔ حتیٰ کہ اپنے مسلمان مہاجر بھائیوں کو وراثت میں بھی شامل کرنے لگے تھے لیکن پھر قرآن نے اس سے منع کردیا چنانچہ رب العزۃ انصار مدینہ کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۔ (پ ۲۸ حشر) ترجمہ انصار مدینہ اپنی حاجتوں کو پامال کرکے اپنے مہاجر بھائیوں کو ترجیح دیتے ہیں، اللہ اللہ اسلامی برادری کا یہ عالم تھا ایک میدان جنگ میں چند مسلمانوں کی لاشیں تڑپ رہی تھیں۔ پانی پلانے والا مجاہد پانی کا مشکیزہ لئے اِدھر اُدھر دوڑ رہا تھا کہ اچانک ایک طرف سے آواز آئی "پیاس" یہ مجاہد فوراً اس غازی کے پاس پہنچتا ہے اسی اثنا میں دوسری طرف سے آواز آئی تو یہ غازی فرمانے لگے میرے بھائی کی پیاس کو پہلے بجھاؤ، پھر میری خبر لینا یہ مجاہد عجلت کے ساتھ اس دوسرے غازی کے پاس پہنچتا ہے، اس وقت تیسری طرف سے آواز آتی ہے یہ غازی بھی پہلے والے کی طرح جواب دیتے ہیں اور اپنا منہ بند کرلیتے ہیں۔ جب وہ تیسرے کے پاس پہنچتا ہے تو یہ خدا کے پیارے اپنے خدا کے پاس پہنچ چکے تھے یہ مجاہد مشکیزہ لیکر دوسرے زخمی کے پاس واپس لوٹا پھر تیسرے کے پاس تو یہ بھی دنیا سے رخصت ہوکر ملاء اعلیٰ میں سدھار چکے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ تینوں زخمی مسلمان پیاسے شہید ہوگئے اور ایک دوسرے کی ہمدردی میں کسی نے بھی پانی نہیں پیا۔ اور یہ ایک ہی واقعہ نہیں بلکہ رات ودن ایسے واقعات صحابہ کرام میں رونما ہوچکے تھے کہ ایک کی خوشی پر سب خوش ہوجاتے تھے اور ایک کی تکلیف پر سب کو تکلیف ہوتی تھی ایک پر اگر مصیبت آتی تھی تو تمام مسلمان اس میں شریک ہوتے تھے اسلئے کہ حضور کا ارشاد تھا۔ المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً ایک مسلمان کا تعلق دوسرے مسلمان سے ایسا ہے جیسے دیوار کی اینٹیں ہوتی ہیں کہ ایک اینٹ دوسری سے ملی ہوئی ہوتی ہے اسی تعلیم کا اثر تھا کہ وہ مسلمان جن پر طرح طرح کے مظالم کئے جاتے تھے نہایت کمزوری اور بے بسی کی حالت میں تھے جن کی تعداد نہایت قلیل تھی لیکن آخر وہ دنیا کے سرتاج ہوگئے۔ ان کا ایک ایک آدمی سوسو کے مقابلے کیلئے کافی ہوتا تھا۔ ساری دنیا ان سے